شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ
ترجمہ: حافظ مولانا سیف الرحمٰن بی اے

فرشتوں اور نبیوں کی قسم کھا کر دعا کرنا جائز نہیں

قسط نمبر ———— ۵

جواب ۳ :۔ قائل کی یہ بات کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں فرشتوں کے حق کے ساتھ یا انبیاء کے حق کے ساتھ یا تیرے فلاں کے ساتھ یا فلاں رسول کے ساتھ یا بیت الحرام کے ساتھ یا چاہ زمزم یا مقام ابراہیم کے ساتھ یا طور پہاڑ یا بیت المعمور وغیرہ کے ساتھ تو یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اس قسم کی دعا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اور نہ کسی صحابی یا تابعی نے بیان کی ہے اس کے برعکس کئی علماء مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف وغیرہ علماء نے اصاحت کی ہے۔ کہ ایسی دعا کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ کے سامنے اس کی مخلوق کی قسم کھائی ہے۔ اور اللہ کے بغیر کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔ خواہ ان کے ذریعے اس سے سوال کرے کیونکہ اس کی حاجت پوری کرنے کے لیے یہ سبب اور وسیلہ ہیں

ہاں البتہ جب اللہ کی بارگاہ میں نیک اعمال کے توسل سے سوال کرے۔ اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک لوگوں کی دعا کے توسل سے سوال کرے تو جائز ہے کیونکہ نیک اعمال ثواب کے موجب ہیں۔ اور دعا قبولیت کا سبب ہے تو نیک اعمال کے توسل سے سوال کرنا ایسا ہے جو گوہر مقصود حاصل کرنے کا موجب ہے اور یہی مفہوم ہے اس دعا کا جو نماز کے لیے گھر سے نکلتے وقت کی جاتی ہے۔

اللھم انی اسئلك بحق السائلين علیك وبحق ممشای ھذا

الٰہی میں تیری بارگاہ میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق اور میرے چلنے کا حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

اسی طرح نماز والوں کی دعا جنہوں نے اپنے اعمال صالحہ کے توسل سے دعا کی۔ تو انبیاء کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں یہ ہے کہ ان پر ایمان لانے کا وسیلہ پیش کرے یا ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا وسیلہ پیش کرے۔ جیسے ان پر صلوٰۃ وسلام اور ان کی صحبت اور دوستی اور ان کی دعا اور سفارش کا وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ پس ان کی ذات بنفسہٖ ہرگز مطلوب نہیں ہوتی۔ خواہ اللہ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ اور جاہ ہے اور اللہ ان کی تکریم کرتا ہے۔ ان پر احسان اور فضل کرتا ہے۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ غیر اللہ کو پکارنا قبولیت کا باعث ہے، ہاں البتہ اس کی طرف سے کوئی سبب پیش کیا جائے۔ جیسے ان کا اس کے لئے دعا کرنا اور سفارش کرنا تو ان دو امور یعنی دعا اور سفارش کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ لیکن مخلوق کی خالق کے سامنے قسم کھانا جائز نہیں اور عوام الناس میں جو یہ حدیث مشہور ہے۔

واذا سألتم الله فاسلوه بجاهي فان جاهي عند الله عظيم

جب تم اللہ سے کوئی سوال کرنا چاہو تو میرے جاہ کا واسطہ دے کر سوال کرو۔ کیونکہ اللہ کے ہاں میرا رتبہ اور جاہ بہت بڑا ہے۔

یہ حدیث بالکل جھوٹی ہے۔ اور موضوع ہے۔

انبیاء اور صلحاء کے آثار کو مسجد اور مزار بنانا اہل کتاب کی بدعات میں سے ہے

سوال ۸: سائل کا یہ سوال کہ ایسا مقام یا جگہ جہاں پر کسی مسلمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہو اور اس نے وہاں پر زعفران اور خوشبو لگا کر اسے معطر کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

جواب ۸: درحقیقت ایسے مقامات کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کو مسجدیں اور مزار بنانا یہ اہل کتاب کا شیوہ ہے اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ کتب حدیث میں یہ روایت مذکور ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سفر میں تھے ایک مقام پر لوگوں کا جمگھٹا دیکھا جو باری باری اندر جا رہے ہیں۔ پوچھا یہاں کیا بات ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ وہ مقام ہے، جہاں پر سید الکونین نے ایک مرتبہ نماز پڑھی تھی۔ آپ نے بطور تعجب کہا، وہ مقام جہاں پر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی! پھر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے انبیاء کے آثار کو سجدہ گاہ بنانے کے خواہشمند ہو۔ ایسا مت کرنا، جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جائے، نماز پڑھ لیا کرو۔ اگر وہاں پہ

نماز کا وقت ہو جائے تو وہاں پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر نماز کا وقت نہیں تو خواہ مخواہ وہاں پر نماز پڑھنے کی کوشش مت کرو۔

اس حکم کے وقت صحابہ کرام کا ایک بہت بڑا اجتماع وہاں تھا۔ لیکن کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں متعدد سفر کیے اور متعدد مقامات پر نمازیں پڑھیں اور مومنوں نے بیسیوں مقامات پر خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ لیکن سلف صالحین نے ان میں سے کسی ایک مقام کو بھی سجدہ گاہ یا مزار نہیں بنایا۔ اگر اس رواج کا دروازہ کھل جاتا تو مسلمانوں کے اکثر گھر اور مقامات مسجدوں اور مزاروں میں تبدیل ہو جاتے۔ کیونکہ وہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھروں میں تشریف فرما بھی ہوئے اور بعض ایسے بھی تھے کہ ان کو ایک سے زائد مرتبہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ایسے مقامات کو خوشبو اور زعفران وغیرہ سے معطر کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

رہی یہ بات کہ جو کاذب اور مفتری قسم کے لوگ شریعت میں اپنی طرف سے زیادتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک وغیرہ ہے اور ان کو تبرکات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے موسوم کرتے ہیں[1]۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو مسلمانوں کے لیے مسنون ہوتا کہ ایسے مقامات کو مسجدیں اور مزار بنائیں۔

مقام ابراہیم، حجر اسود اور خانہ کعبہ پر ان کا قیاس کرنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے مقام کو جائے نماز پکڑنے اور وہاں پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ ماسوائے مقام ابراہیم کے چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (البقرۃ) یعنی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کرو

اسی طرح حجر اسود کے سوا کسی پتھر کو بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا جائز نہیں اور بیت الحرام کے ماسوا کسی مقام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان پر کسی اور کا قیاس کرنا جائز نہیں

---

[1] جیسے بادشاہی مسجد لاہور میں کچھ بوسیدہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں اور ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ (مترجم)

اس معاملہ میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے ۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص بیت اللہ کے ماسوا کوئی اور مقام لوگوں کے حج کے لیئے مقرر کرے یا رمضان المبارک کے سوا کسی اور ماہ میں روزوں کی فرضیت تصوّر کرے وغیرہ۔

بیت المقدس کے پتھر کو جو صخرہ کے نام سے مشہور ہے، استلام اور بوسہ دینا جائز نہیں۔ تمام مسلمانوں کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے۔ بلکہ اس کے پاس دعا کرنے اور نماز پڑھنے کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس صخرہ میں اور باقی مسجد میں نماز پڑھنے کا ایک ہی حکم ہے۔ اس کے برعکس اس مسجد میں جس کو حضرت عمرؓ بن الخطاب نے بنایا تھا۔ نماز پڑھنا درود دُعا کرنا صخرہ کے پاس نماز پڑھنے اور دُعا کرنے سے افضل ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ شہر فتح کیا تو کعب احبار سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کے لیے جائے نماز کہاں بنائی ہے تو اس کے بیٹے نے جواب دیا کہ صخرہ کے پیچھے جائے نماز بنائی جائے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا اے یہودن کے بیٹے تجھ پہ یہودیت غالب آگئی۔ تمہاری بات درست نہیں۔ میں اس کے آگے بناؤں گا۔ کیونکہ ہمارے لیئے مسجدوں کے اگلے حصّے ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پر مسجد بنائی جسے لوگ مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے صخرہ کا نہ مسح کیا نہ اسے بوسہ دیا اور نہ اس کے پاس نماز پڑھی۔ آپ ایسے کیوں کرتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو کہا۔

واللہ انی اعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللہ یقبلک ماقبلتک لہ	بخدا میں خوب جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے تجھے کسی کو نفع نقصان پہنچانے کی ہمّت نہیں میں تجھے حاجت روا یا مشکل کشا تصوّر کر کے بوسہ نہیں دے رہا۔ بلکہ اس لیے بوسہ دیتا ہوں کہ میں نے آقائے نامدار حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تجھے بوسہ دے رہے تھے۔

لہ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۱۸

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب مسجد اقصیٰ میں جاتے تو اس میں نماز پڑھتے لیکن صخرہ کے پاس نہیں جاتے تھے۔ سلف صالحین کا بھی یہی معمول رہا۔ اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے مبارک اور حجرۂ خلیل وغیرہ کا یہی حکم ہے۔ نیز جس میں کوئی نبی مدفون ہو یا کوئی نیک مرد مدفون ہو۔ ان سب کا یہی حکم ہے کہ ان کو بوسہ دینا ان کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں۔ اب رہا معاملہ ان کو سجدہ کرنے کا تو یہ کفر ہے۔ اسی طرح ان کو مخاطب کرنا جیسے اللہ کو مخاطب کیا جاتا ہے، جیسے کوئی کہے کہ میرے گناہ بخش دے یا دشمن پر میری مدد کرو وغیرہ۔ یہ تمام امور موجب کفر ہیں۔

غیر اللہ کی نذر ماننا اور درختوں، پتھروں اور چشموں کے ذریعے تبرک حاصل کرنا شرک فی الالوہیت اور شرک فی الربوبیت کا موجب ہے۔

بعض جاہل لوگ درختوں، پتھروں اور چشموں وغیرہ کی جو نذر مانتے ہیں یا وہاں پر کپڑے وغیرہ لٹکاتے ہیں۔ یا ان کے پتے بطور تبرک حاصل کرتے ہیں[1] یا وہاں پر نماز پڑھتے یا ایسے دیگر افعال کرتے ہیں تو یہ تمام امور بدعات میں سے ہیں۔ یہ جاہلیت کے اعمال ہیں۔ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے موجب ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرکوں کا ایک درخت تھا۔ جس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ اس کا نام ذاتِ انواط تھا۔ بعض صحابہ کرام نے اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذاتِ انواط کی طرح ہمارے لیے بھی ایک درخت ذاتِ انواط مقرر فرمائیے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہنے لگے ہو۔ جیسے انہوں نے حضرت موسیٰ سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ جیسے ان کے معبود ہیں ویسے ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر فرمائیں۔ یہ ان لوگوں کی عادتیں ہیں۔ تم پہلے لوگوں کی عادتیں ضرور اختیار کرو گے اور ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ میں ان کی پیروی کرو گے۔ یعنی ہو بہو ان کی نقل کرو گے۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی شخص کسی گوہ کے بل میں داخل ہوگا۔ تو تم بھی داخل ہو گے۔ اگر کسی نے راستہ میں اپنی بیوی سے جماع کیا ہوگا ت

---

[1] جیسے بعض مشرک لوگ پاک پتن میں بابا فریدؒ کی قبر کے پاس ایک درخت کے پتے توڑ کر نہالا اور دیگر امراض کی خاطر کھاتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان پتوں میں ہر قسم کی جسمانی امراض سے شفا حاصل ہوتی ہے۔

تو تم بھی ایسے کرو گے۔ یعنی ان کی پوری پوری نقل کرو گے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے بیعت رضوان لی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ اس درخت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے۔ کیونکہ اس سے ان کو شرک کی بو آتی تھی۔

علمائے دین اس مسئلہ میں اتفاق رکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ان مقامات میں سے کسی مقام پر جا کر عبادت کرنے کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب نہ ہوگا۔ اور وہاں پر عبادت کرنے کی کوئی فضیلت نہیں۔

مساجد اور مشاعر حج کے ماسوا عبادت کی غرض سے جانا ناجائز ہے۔

اس معاملہ میں اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی مساجد اور مشاعر حج کے ماسوا اسلام میں ایسا کوئی مقام نہیں، جس کا عبادت کی غرض سے قصد کیا جائے۔ کہ وہاں جا کر نماز پڑھے گا۔ دعا کرے گا ذکر اذکار کرے گا۔ اور تلاوت قرآن کرے گا وغیرہ۔ وہ مشاہد جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں۔ خواہ وہ مسجدیں بنائی جائیں یا وہ مقامات جو انبیاء کی طرف سے منسوب ہیں یا نیک لوگوں کی طرف منسوب ہیں یا غاریں وغیرہ۔ جیسے طور پہاڑ جس پر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا یا غارِ حرا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے وحی نازل ہوئی۔ یا وہ غار جس کا اللہ نے قرآن پاک میں یوں ذکر فرمایا ہے۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ یعنی غارِ ثور اور وہ غار جو دمشق میں قاسیون پہاڑوں پر واقع ہے، جسے غار دم کہتے ہیں اور وہ دونوں مقامات جو اس کے مغربی اور مشرقی جانب ہیں جو مقامِ ابراہیم اور مقامِ عیسیٰ کے نام سے مشہور ہیں اور ان جیسے دیگر مقامات اور مشرق و مغرب میں تمام مشاہد وغیرہ کا سفر زیارت کی نیت سے ناجائز ہے۔ اگر کوئی آدمی ان میں سے کسی مقام پر جانے کی نذر مانے تو اسے پورا کرنا ضروری نہیں۔ اس امر میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی[۵]

تین مساجد یعنی مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی کے سوا کسی مقام کا سفر زیارت کی غرض سے جائز نہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے شام عراق، مصر، خراسان اور مغرب وغیرہ ممالک فتح کیے تو زیارت کی غرض سے ان مقامات کا قصد نہیں کرتے تھے اور نہ ان میں نماز پڑھنے اور دُعا کرنے کی غرض سے جاتے تھے۔ بلکہ اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے مساجد آباد کرتے تھے۔ چنانچہ مساجد کو آباد کرنے کے متعلق اللہ کا فرمان ہے۔

انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ (التوبۃ ع۲)

اللہ کی مساجد کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں نماز کو قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

نیز مساجد کو آباد کرنے والوں کے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ (البقرہ ع۱۴)

اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں ذکر کرنے سے نمازیوں کو روکے

نیز فرمایا۔

قل امر ربی بالقسط و اقیموا وجوھکم عند کل مسجد (الاعراف ع۳)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجیے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر مسجد میں (نماز کے وقت) اس کی (قبلہ رخ) منہ کرکے کھڑے ہو جاؤ۔

نیز فرمایا۔

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا (الجن ع۱)

یہ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں۔ اس لیئے ان میں اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو۔

اسی طرح صحیحین میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد میں نماز پڑھنا، گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گناہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہ ثواب اس وقت ہوگا۔ جب اچھی طرح وضو کرے۔ پھر مسجد میں جلد آئے۔ مسجد میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے آئے۔ تو اسے ایک قدم کے بدلے ایک درجہ بلند ہوگا۔ اور نیکی ملے گی۔ دوسرا

قدم اٹھانے سے گناہ دور ہو جائے گا۔ مسجد میں جا کر جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے تو وہ نماز میں ہی شمار ہوتا ہے۔ جب نماز پوری ہو جاتی ہے تو پھر فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ نماز کی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے اس کے لیے یوں دعا کرتے ہیں۔

اللھم اغفر لہ اللھم ارحم — الٰہی! اسے بخش الٰہی! اس پر رحم فرما۔

متاخرین کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک یا کسی مشہد کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ سفر معصیت ہے اس لیے اس میں نماز قصر کرنا جائز نہیں۔ جیسے کسی اور سفر معصیت میں قصر کرنا جائز نہیں۔ ابن عقیل وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ ابو عبداللہ بن بطہ نے بھی ایسے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ ایک نئی بدعت ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ان مقامات پر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے جانے کے متعلق شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ سب سے پہلے مشرف با اسلام ہونے والوں میں سے کسی سے منقول نہیں کہ دعا کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے وہ ان مقامات کی تلاش کرتے تھے۔ بلکہ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے وہ تو مسجدوں کا رخ کرتے تھے۔ مزید برآں ایسی مساجد جن کی بنیاد غیر شرعی امر پہ ہو ان کی طرف نہیں جاتے تھے۔ جیسے مسجد ضرار کے متعلق اللہ نے فرمایا۔

والذین اتخذوا	جن لوگوں (منافقوں) نے یہ مسجد (ضرار) بنائی
مسجدا ضرارا	ہے۔ ان کا ارادہ (اس میں عبادت کرنے اور
وکفرا وتفریقا	اللہ کا ذکر کرنے کا نہیں بلکہ) تمہیں ضرر پہنچانے
بین المؤمنین وارصادا	اور نقصان کرنے، کفر کرنے، مومنوں کے
لمن حارب اللہ ورسولہ	درمیان نزاع پیدا کرنے اور اللہ اور اس کے
من قبل ولیحلفن	رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے
ان اردنا الا الحسنی	پہلے جنگی محاذ قائم کرنے والوں کے لیے کمین
واللہ یشھد انھم	گاہ بنانے کے سوا کچھ نہیں۔ وہ (جب آپ
لکاذبون۔ لا تقم	صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملیں گے۔ تو قسمیں
فیہ ابدا لمسجد	کھائیں گے کہ اس مسجد (یعنی مسجد ضرار) سے

اسس علی التقویٰ	ہمارا مقصد نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ
من اول یوم	اس بات کا شاہد ہے کہ وہ اپنے اس بیان
احق ان تقوم	میں جھوٹے ہیں) اس لیے آپ اس مسجد
فیہ فیہ رجال	میں نماز کے لیے ہرگز تشریف نہ لے جائیں
یحبون ان یتطہروا	وہ مسجد (قبا) جس کی بنیاد روزِ اول سے
واللہ یحب المطہرین	تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس کی مستحق ہے کہ
	آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز کے لیے قیام
(التوبہ	کریں۔ اس میں ایسے پاکباز اور متقی لوگ
رکوع	موجود ہیں۔ جو پاکیزگی اور طہارت کو پسند
۳)	کرتے ہیں۔ پاکباز اللہ کو محبوب ہیں

قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان میں نماز پڑھنا حرام ہے۔

جو مساجد انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر تعمیر کی جاتی ہیں ان میں نماز پڑھنا جائز نہیں وہاں پر مسجد تعمیر کرنا حرام ہے۔ جیسے اکثر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ صحاح سنن اور اسانید کی کتب میں مذکور ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور	تم سے پہلے لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے
مساجد۔ الا فلا تتخذوا القبور مساجد	خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا۔ میں
فانی انہاکم عن ذالک	تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

نیز اپنی مرض الموت کے موقع پر فرمایا۔

لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاری	یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان لوگوں
اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا	نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

ان کے فعل سے آپ اپنی امت کو ڈراتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ اگر اس امر کا خدشہ نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک باہر ہوتی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرا تصور کیا کہ میری قبر سجدہ گاہ بن جائے۔

مسجد نبوی کی بنیاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے مبارک پر نہیں۔

پہلے پہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارک مسجد نبوی سے باہر تھا۔ پھر جب ولید بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا۔ جو اس وقت مدینہ منوّرہ میں گورنر تھے کہ مسجد نبوی کی توسیع کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے ازواج مطہرات کے کمرے قیمتاً خریدے یہ مسجد کے مشرقی جانب تھے۔ اور اس کے آگے تھے۔ پھر ان کو مسجد میں شامل کر دیا۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارک مسجد نبوی میں داخل ہو گیا اور اسے قبلہ کی سمت سے ایک طرف مسنم شکل بنا یا گیا۔ تاکہ کوئی آدمی اس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر کا بھی یہی حال ہے۔ جب مسلمانوں نے وہ علاقہ فتح کیا تو اس وقت وہ دیوارِ سلیمانی میں محصور تھی۔ اس میں کوئی شخص داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ بلکہ بستئ خلیل میں ایک مسجد تھی۔ وہاں پر مسلمان نماز پڑھتے تھے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اور ان کے بعد کچھ عرصہ تک یہی حال رہا۔ حتیٰ کہ دیوارِ سلیمانی میں شگاف پڑ گئے۔ پھر اس میں ایک دروازہ تعمیر کیا گیا۔

پھر کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے اس میں شگاف ڈال دیئے۔ اور اس کو گرجا بنالیا۔ بنا بریں مسلمانوں کے متقی علماء اس مکان میں نماز نہیں پڑھتے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر حقیقتاً وہاں موجود ہے تو ان قبور کے پاس نماز پڑھنا کب جائز ہو سکتا ہے۔ جو انبیاءؑ کی طرف جھوٹی موجود ہیں۔؟ جیسے دمشق کے لوگ حضرت نوحؑ کی قبر کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ جاہل لوگوں نے اس کا اظہار کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر قبور کا بھی یہی حال ہے۔ سب جھوٹی اور فرضی بنی ہوئی ہیں۔

عسقلان، جبل لبنان، اسکندریہ وغیرہ سرحدیں ہیں۔

وہاں پر رباط کے مقصد سے جانا چاہیئے۔

عسقلان مسلمانوں کی ایک سرحد ہے، نیک اور صالح مسلمان اللہ کے راستہ میں رباط (یعنی اللہ کی خاطر جنگ کرنے کے لیے تیار رہنا) کی غرض سے وہاں پر قیام کرتے تھے۔ اسی طرح باقی مقامات کا بھی یہی حکم ہے جو اس کی جنس کے ہیں، جیسے جبل لبنان، اسکندریہ اور عبادان وغیرہ ارض عراق، قزوین اور دیگر علاقے جو سرحدوں پر واقع ہیں۔ ان سب کا یہی حکم ہے ان مقامات پر نیک لوگ رباط کی غرض سے جاتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت سلمان فارسی رضی

سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رباط یوم و لیلۃ فی سبیل اللہ	اللہ راستہ میں ایک دن اور ایک رات کا رباط
خیر من صیام شہر و قیامہ	ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے
ومن مات مرابطا مات	افضل ہے۔ اور جو شخص رباط کی حالت میں
مجاھدا واجری علیہ عملہ واجری	فوت ہو جاتا ہے تو وہ مجاہد شمار ہوتا ہے
علیہ رزقہ من الجنۃ وامن	اس کے عمل کا اسے اجر ملے گا اسے جنت میں
الفتان ؎۱	رزق مہیا کیا جائے گا اور فتنوں سے محفوظ رہیگا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عثمان رضی سے مروی ہے کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الف	اللہ کے راستہ میں ایک دن کا رباط باقی
یوم فیما سواہ من المنازل ؎۲	مقامات پر ایک ہزار دن ٹھہرنے سے بہتر ہے

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن کا رباط میرے نزدیک شب قدر کی رات حجر اسود کے پاس گزارنے سے بہتر ہے

رباط فی سبیل اللہ حرمین کی مجاورت سے افضل ہے۔

بنا بریں علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ سرحدوں پر رباط کرنا حرمین شریفین کی مجاورت سے افضل ہے۔ کیونکہ رباط جہاد کی قسم ہے اور حرمین کی مجاورت از قبیل حج ہے اور جہاد کی جنس حج سے افضل ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اجعلتم سقایۃ الحاج	کیا تم (مسجد الحرام میں) حاجیوں کو پانی پلانے
وعمارۃ المسجد الحرام	والے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والے کو
کمن اٰمن باللہ والیوم	اس شخص کے برابر تصور کرتے ہو۔ جو اللہ پر

؎۲ مشکوٰۃ جلد دوم صـ۳۳۲ بحوالہ ترمذی، نسائی۔

؎۱ مشکوٰۃ جلد ثانی صـ۳۲۹ بحوالہ مسلم۔ اس میں من مات مرابطا مات مجاھدا کے بجائے وان مات کے الفاظ مذکور ہیں۔

الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لایستوون عند اللہ۔ واللہ لا یھدی القوم الظالمین الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ۔ واولئک ھم الفائزون۔ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنات لھم فیھا نعیم مقیم۔ خالدین فیھا ابدا۔ ان اللہ عندہ اجر عظیم

(التوبۃ ع ۳)

ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن کو بھی مانتا ہے۔ پھر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ دونوں برابر ہیں نہیں (لیکن بے انصاف لوگ اسے نہیں سمجھتے کیونکہ) اللہ تعالیٰ بے انصاف قوم کو ہدایت نہیں دیتا جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ توان کا درجہ اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے۔ (فی الحقیقت) یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت، رضامندی اور باغات کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کے لیے جنت کی نعمتیں ابدی اور دائمی ہوں گی۔ وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کے ہاں ثواب کی کوئی کمی نہیں

تو اُن مقامات کی تعظیم کے سلسلہ میں ہمیشہ مذکورہ بالا اصول کو مدّنظر رکھنا چاہیئے۔

زمین کسی ناپاک کو پاک نہیں کرتی۔

ان مقامات میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کچھ عرصہ کے بعد کفار، اہل بدعت اور اہل فجور کا مسکن بن گئے اور کچھ ایسے ہیں جو خراب ہو گئے اور سرنگون بن گئے تو وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ ساتھ مقامات کے احکام میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ بسا اوقات ایک مقام دارالکفر ہوتا ہے۔ جبکہ وہاں کے باشندے کافر ہوتے ہیں پھر جب وہ اسلام کی آغوش میں آجاتے ہیں تو اسے دارالسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے مکہ مکرمہ شروع اسلام میں دارالکفر اور دارالحرب تھا۔ اب دارالاسلام بن گیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک التی اخرجتک (محمد)

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، کتنی بستیاں آپ کی بستی (مکہ مکرمہ) سے زیادہ سخت تھیں۔ جن (کے باشندوں) نے آپ کو نکال باہر کیا

پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہی اس کو مفتوح کر دیا تو دار السلام بن گیا۔ درحقیقت وہ ام القریٰ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ یہی معاملہ ارض مقدس کا ہے۔ اس میں جبارین کی سکونت تھی جن کا اللہ نے قرآن پاک میں یوں ذکر کیا ہے۔

واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یؤت احدا من العالمین یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین۔ قالوا یموسیٰ ان فیھا قوما جبارین وانا لن ندخلھا حتی یخرجوا منھا فان یخرجوا منھا فانا داخلون

(المائدہ ع ۴)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اے میری قوم! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی۔ اس نے تم میں سے انبیاء پیدا کیے اور (غلامی کے بعد) تم کو بادشاہی سے نوازا اور تم کو ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جو روئے زمین پر کسی کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اے میری قوم! ارض مقدس (ملک شام) میں داخل ہو جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے (یعنی وہاں پر تم نے حکومت کرنا ہے) اس لیے تم بیٹھ پھیر کر مت بھاگنا۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھو تمہیں کامیابی نصیب نہیں ہو گی۔ بلکہ تم خسارہ پاؤ گے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وعظ و تذکیر کو سن کر) وہ کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام اس میں جبارین (بڑے طاقتور لوگ) سکونت پذیر ہیں (ہم ان سے جنگ کرنے سے عاجز ہیں) اس لیے اُن کے ہوتے ہوئے ہم اس علاقہ میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے (ہاں البتہ ہم آپ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ) اگر وہ اس زمین سے کہیں اور جگہ چلے جائیں تو پھر ہم ضرور داخل ہو جائیں گے

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو غرق ہونے سے بچایا تو فرمایا

ساوریکم دار الفاسقین

میں عنقریب تمہیں فاسقوں کے گھر دکھلاؤں گا۔

اس وقت یہ علاقہ فاسقوں کے گھروں پر مشتمل تھا کیونکہ اس کے باشندے فاسق و فاجر تھے۔ پھر اس میں نیک اور صالح لوگوں نے سکونت اختیار کی تو وہ نیک لوگوں کا گھر کہلانے لگا۔

اس اصول کو پہچاننا ضروری ہے کیونکہ شہر کی کبھی تعریف ہوتی ہے اور کبھی مذمت ہوتی ہے۔ اس کا انحصار اس کے باشندوں کے حالات پر ہوتا ہے۔ اسی طرح احکام میں بھی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ مدح و ذم، ثواب و عقاب، ایمان اور عمل صالح یا اس کے برعکس کفر، فسق اور عصیان پر مرتب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام (النساء ع)	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا۔ پھر ان سے ان کی بیوی (حضرت حوا) کو تخلیق فرمایا۔ پھر ان دونوں سے بے شمار مرد اور عورتوں کو پیدا کیا۔ اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ نیز ناطے (رشتہ داری) توڑنے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوی۔ الناس بنو آدم وادم من تراب	نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں البتہ پرہیزگار کو دیگر لوگوں پر فضیلت ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابو درداءؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو لکھا۔ جب مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کی تحریک اٹھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان مواخات

قائم فرمائی تھی۔ حضرت ابو درداؓ ملک شام میں تھے اور حضرت سلیمان فارسیؓ عراق میں حضرت عمرؓ بن خطاب کی طرف سے گورنری کے فرائض پر مامور تھے۔ زمین کسی کو پاک نہیں کرتی انسان کو صرف اس کے اعمال پاک کرتے ہیں۔

قبروں اور دیگر آثار پر نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کی غرض سے جانا بدعت ہے۔

تمام مسائل مذکورہ کے سلسلے میں جواب واضح ہو گیا کہ کسی نبی کے قدم یا نبی کے اثر یا نبی کی قبر یا کسی صحابی کی قبر یا کسی بزرگ کی قبر یا کسی اہل بیت کی قبر کے پاس نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے جانا بدعات میں سے ہے۔ اسی طرح برجوں اور غاروں میں جاکر نماز پڑھنا بدعت ہے ایسے امور کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع قرار نہیں دیا۔ اور صحابہ کرام میں سابقون الاولون میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ تابعین نے کیا، مسلمانوں کے کسی امام نے اسے مستحب قرار نہیں دیا، بلکہ یہ شرک کا سبب اور ذریعہ ہے۔ اس جواب کے علاوہ کسی اور مقام پر اس مسئلہ پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

مردوں سے مدد مانگنا اور حاجت روائی کا سوال کرنا شرک ہے۔

سوال نمبر ۹:۔ قائل کا یہ سوال کہ جب کوئی پھسلے تو یہ کہے یا جاہِ محمد یا نفیسہ یا سیدی الشیخ فلاں یا اس کی مثل جس میں اس سے مدد طلب کی جائے۔ اور اس سے سوال کیا جائے کیا جائز ہے؟

جواب:۔ مذکورہ بالا تمام امور حرام ہیں۔ یہ از قبیل شرک ہیں۔ کیونکہ میت خواہ نبی کی ہو یا غیر نبی کی۔ اس سے حاجت روائی کے لیے سوال کرنا، اسے پکارنا اور اس کی قبر کے پاس یا کسی اور مقام پر جاکر فریادرسی کی درخواست کرنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ تو نصاریٰ کے دین کی مثل ہے جنہوں نے اپنے پروردگار کو چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا اور حضرت مسیح بن مریم کو بھی رب کا درجہ دے دیا۔ حالانکہ ان کو حکم تھا کہ وہ صرف ایک معبود اللہ کی عبادت کریں۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں۔ اللہ تو اس سے پاک ہے اور ان لوگوں کے دین کے مانند ہے۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر	اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکوں کو کہہ دیجئے کہ تم نے جو اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں۔ ان کو پکار دیکھو علاوہ تمہاری کچھ

منکم ولا تحویلا
اولئک الذین
یدعون یبتغون
الی ربھم الوسیلة
ایھم اقرب
ویرجون رحمته
ویخافون
عذابه - ان
عذاب ربک
کان محذورا (بنی اسرائیل)

تکلیف دور کرتے ہیں) ان کو کسی تکلیف ہٹانے کا ہرگز اختیار نہیں۔ بلکہ تکلیف میں کمی کرنے کے بھی مجاز نہیں (ان مشرکوں نے ان کو اپنے لیے وسیلہ بنا رکھا ہے حالانکہ وہ خود اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ کی تلاش میں ہیں کہ کونسا وسیلہ اللہ کے قرب کا باعث بنتا ہے۔ یہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ تیرے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے (وہ دنیا کے عذابوں سے زیادہ شدید ہے)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ما کان لبشر ان یوتیه الله الکتاب
والحکمة والنبوة ثم یقول
للناس کونوا عبادا لی من
دون الله ولکن کونوا
ربانیین بما کنتم
تعلمون الکتاب وبما
کنتم تدرسون ولا
یامرکم ان تتخذوا
الملائکة والنبیین
اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم
مسلمون (آل عمران ع)

کسی بشر کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکم اور نبوت سے نوازے پھر وہ (ان تمام احسانات کو فراموش کر کے) لوگوں سے کہتا پھرے اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب اللہ کی تعلیم لوگوں کو دیتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو اور اللہ والوں کی ایسی ہی صفات ہوتی ہیں۔ وہ تمہیں یہ حکم کبھی نہیں دے سکتا کہ تم اللہ کی عبادت ترک کر کے (فرشتوں اور انبیاء کی پرستش شروع کر دو۔ (اب تم ہی بتاؤ کہ) کیا وہ اسلام لانے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے سکتا ہے؟

یہ جواب کسی اور مقام پر تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے (جاری ہے)